C85

The Mess

سی ۸۵

بدنظمی

''اے میرے خدا! سبکدوشی کے سات سال بعد بھی ادارہ مجھے تکالیف دینا بند نہیں کر رہا۔'' ڈاکٹر نریندر موہن نے سوچا۔ انھیں چوبیس سال پہلے کا وہ دن پھر سے یاد آ گیا جب ایک متوقع ہڑتال کے پیشِ نظر بورڈ آف گورنرز نے ان سے کہا تھا کہ وہ کوئی ایسی تجویز پیش کریں جو آئی ایم ایکس کے ڈائریکٹر کے خلاف فیکلٹی اور عملے کی شکایات کو کم کرنے میں مددگار ثابت ہو۔ ڈاکٹر موہن نے تجویز دی تھی کہ ڈائریکٹر کے اختیارات اور کام کے بوجھ کی مناسب تقسیم کے لیے دو ڈین کے عہدے قائم کیے جائیں اور اس کے ساتھ موزوں نظام اور طریقہ کار بھی وضع کیا جائیں۔ ان کے خیال میں ایسے نظام وضوابط کی عدم موجودگی کی وجہ سے ڈائریکٹر ہمیشہ عملے کی تحریکوں اور احتجاج کا مرکز بن جاتا تھا جس سے ادارے کی ترقی اور پیش رفت متاثر ہوتی تھی۔ اس باران خیالات کو تازہ کرنے کا سبب ڈائریکٹر کی جانب سے موصول ہونے والا ایک ای میل تھا جس میں ایک فیکلٹی رکن کے طبی اخراجات کی غلط ادائیگی کے دعوے کا ذکر کیا گیا تھا (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱)۔

مقدمے کا پس منظر

یہ ای میل دراصل ڈاکٹر موہن کے اس سوال کے جواب میں بھیجا گیا تھا جس میں انہوں نے دریافت کیا تھا کہ ان کی پنشن پر نظرِ ثانی اور بقایا جات کی ادائیگی میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱-الف، آخری پیراگراف)۔

ڈاکٹر موہن اور ڈائریکٹر بہت اچھے دوست تھے۔ ڈائریکٹر انہیں ایک بزرگ ساتھی کی حیثیت سے بہت احترام کرتے تھے اور ڈاکٹر موہن بھی ان کے تمام جائز مطالبات کا مثبت جواب دیتے تھے۔ البتہ وہ ایسے کام قبول نہیں کرتے تھے جن میں سفر درکار ہو کیونکہ گزشتہ پانچ سالوں سے وہ بیمار تھے مختصر زمینی سفر بھی نہیں کر سکتے تھے۔ سبکدوشی کے دو سال بعد ہی انہوں نے تمام بیرونی مصروفیات ترک کر دی تھی اور خود کو تحقیق اور علمی و ادبی کام تک محدود کر لیا تھا جو وہ بستر پر رہتے ہوئے کر سکتے تھے۔

یہ معاملہ اتفاقاً ایک ناخوشگوار واقعے کے نتیجے میں سامنے آیا۔ آئی ایم ایکس کے دو کیمپس تھے جو ایک دوسرے سے تقریباً پانچ سو کلومیٹر کے فاصلے پر واقع تھے۔ دوسرا کیمپس جو پہلے کیمپس کے قیام کے تقریباً بیس سال بعد قائم ہوا تھا این سی آر میں تھا جبکہ مرکزی اور قدیم کیمپس ایک بڑے اعلیٰ درجے (A-Class City) کے شہر میں واقع تھا۔ سابق ڈائریکٹر نے ۲۰۱۰ میں

ایک فیکلٹی رکن کی تقرری کے بعد این سی آر کیمپس میں تعینات کیا تھا۔ موجودہ ڈائریکٹر نے تقرریوں کو متوازن بنانے کی کوشش کرتے ہوئے این سی آر کیمپس کے ایک فیکلٹی رکن کا تبادلہ پرانے کیمپس میں کر دیا۔ متعلقہ فیکلٹی رکن نے اپنے ایک زیرِ کفالت فرد کے مسائل کی بنیاد پر عدالت سے حکمِ امتناعی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ عدالت نے حکمِ امتناعی جاری نہیں کیا تاہم اس کارروائی کے دوران آبائی شہر اور زیرِ کفالت افراد کے اندراجات سامنے آئے جو درست طریقے سے پُر نہیں کیے گئے تھے۔ ڈائریکٹر پہلے ہی این سی آر اور پرانے کیمپس کے درمیان تبادلوں کے معاملے پر فیکلٹی اور عملے کی مزاحمت کا سامنا کر رہے تھے۔ مزید اس کے اُن کو سابق ڈائریکٹر کے دور میں کی گئی بعض غلط ادائیگیوں کے مسائل کا بھی سامنا تھا جن کی نشاندہی حال ہی میں سرکاری آڈیٹروں نے کی تھی۔

تحقیق و جستجو

ڈائریکٹر کا ای میل موصول ہونے کے بعد ڈاکٹر موہن یہ سوچنے لگے کہ آخر انہوں نے ایسی کون سی غلطی کی ہوگی جو اپنی سبکدوشی سے قبل ڈین (تعلیمی امور) کی حیثیت سے فرائض انجام دیتے ہوئے سرزد ہوئی ہو۔ اگرچہ انہوں نے پچیس سال قبل ہی فیکلٹی، عملے اور ڈائریکٹر کے درمیان ناخوشگوار تصادم سے بچنے کے لیے ڈین کے عہدے قائم کرنے کی سفارش کی تھی لیکن ان کی وہ تجاویز جن کا تعلق کام کی مناسب تقسیم، اختیارات کی تفویض، نظام و طریقہ کار کی تشکیل اور مختلف عہدے داروں مثلاً ڈائریکٹر، ڈین اور انتظامی سربراہان کے اختیارات و ذمہ داریوں کے واضح تعین سے تھا (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۲) بورڈ آف گورنرز کی منظوری کے وقت کافی حد تک کمزور کر دی گئی تھی اگر مکمل طور پر نظرانداز نہیں کیا گیا تھا (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۳)۔ ڈاکٹر موہن نے اس مسئلے کی نشاندہی تقریباً بیس سال قبل اُس وقت بھی کی تھی جب انہوں نے ادارے کے پہلے ڈین (تعلیمی امور) کا عہدہ سنبھالا تھا (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۳-الف)۔

تاہم مختلف وجوہات کی بنا پر ڈائریکٹروں نے ان سفارشات کو نظرانداز کرنا ہی مناسب سمجھا۔ جس کی وجہ سے نظام اور طریقہ کار کی تشکیل کی ذمہ داری انہی پر عائد رہی اگرچہ وہ خود اس حقیقت کا مکمل ادراک نہیں رکھتے تھے۔ ان سفارشات کو کمزور کر دینے کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ منصوبہ بندی اور ادارہ جاتی ترقی کو مسلسل نظرانداز کیا جاتا رہا اگرچہ ''ترقی'' کا منصبی حوالہ ایک ڈین (ترقی و وسائل کی فراہمی) کے ساتھ منسلک رہا۔ بدقسمتی سے نہ تو اس ڈین کے پاس کارپوریٹ منصوبہ بندی اور ادارہ جاتی ترقی کا تجربہ تھا اور نہ ہی اس میدان میں کوئی خاص دلچسپی۔ چنانچہ ۱۹۹۳ میں بورڈ کی جانب سے منظور کیے گئے طویل المدتی منصوبے کے اہداف میں سے کوئی بھی حاصل نہ کیا جا سکا (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۴)۔

پہلے ڈین (آئی آئی) کی حیثیت سے ڈاکٹر موہن نے بعض نظاموں کو متعارف کرانے اور منظّم بنانے کی کوشش کی تھی (مثلاً فیکلٹی کی بھرتی کا طریقہ کار، تدریسی بوجھ کے مقررہ معیارات کا نفاذ، ورک کریڈٹ نظام وغیرہ)۔اس کے علاوہ انہوں نے ادارے کی ترقی (پی جی پی پروگرام میں توسیع) بین الاقوامیت(Internationalisation) کے فروغ کے لیے بھی اقدامات وغیرہ کیے تھے۔تاہم بعد میں آنے والے ڈائریکٹر نے تقریباً ان تمام کوششوں کو سبوتاژ کر دیا اور اختیارات دوبارہ اپنے ہاتھ میں مرکوز کر لیے مبینہ طور پر بعض افراد کو دوسروں پر ترجیح دینے کے لیے۔

ڈاکٹر موہن نے کہا''خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس کے بعد کیا کچھ ہوا کیونکہ میں رخصت پر رہا پانچ سال تک ایک ذیلی ادارے میں ڈائریکٹر کی حیثیت سے تعینات تھا''۔انہوں نے مزید کہا''البتہ ایک بات یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ اگلا ڈائریکٹر بھی نظام وضوابط کے حوالے سے کم تحقیر آمیز رویہ نہیں رکھتا تھا اور قواعد کی خلاف ورزی میں بھی کسی سے کم نہیں تھا۔یہ کہنا مشکل ہے کہ اس نے اپنی وراثت میں موجودہ ڈائریکٹر کے لیے کتنی پیچیدگیاں اور مسائل چھوڑے ہیں جنہیں اب سلجھانا پڑ رہا ہے (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۵)۔مزید یہ کہ اگر بورڈ کو برابر کا نہیں تو اس سے بھی زیادہ ذمہ دار قرار دیا جا سکتا ہے جس نے علمی ترقی اور تعلیمی معیار کے فروغ کے حوالے سے اپنی ذمہ داریاں مؤثر انداز میں نہیں نبھائی۔وہ کم علمی سرگرمیوں کے باوجود حاصل ہونے والی آمدنی اور مالی فاضل رقم پر مطمئن رہیا (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۶) اور جب ڈائریکٹر نے غلطیاں کی تو اسے روکنے یا اس کا احتساب کرنے کی بھی کوشش نہیں کی (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۷)۔''

ڈاکٹر موہن ایک اور نکتے پر بھی ساتھ میں مسلسل زور دیتے رہے کہ تعلیمی انتظامی ذمہ داریوں کے لیے فیکلٹی کی مسلسل تربیت اور استعداد سازی کی ضرورت ہے۔خواہ وہ پروگراموں کے سربراہ) ہوں یا ڈین، مناسب تربیت کے بغیر نہ صرف وہ بلکہ ڈائریکٹر اور ڈین صاحبان بھی لاعلمی کی بنیاد پر غلطیوں کے ارتکاب کا شکار ہو سکتے تھے۔

حیرت

تاہم ڈائریکٹر کا ای میل ان کے لیے کسی حد تک حیران کن بھی تھا۔کیا اس خط کا مطلب یہ تھا کہ ان کی پنشن متاثر ہو سکتی ہے؟ کیونکہ یہ خط پنشن پر نظرِ ثانی کے تناظر میں بھیجا گیا تھا (ملاحظہ ہو ضمیمہ ا، آخری پیراگراف)۔کیا ڈائریکٹر کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ڈاکٹر موہن سات سال قبل سبکدوش ہو چکے ہیں اور سنٹرل سول سروسز (CCS) قواعد 1964ء کے تحت ان کی پنشن صرف اسی صورت میں متاثر ہو سکتی ہے (قاعدہ ۸ اور ۹ کے تحت) جب وہ سبکدوشی کے بعد کے عرصے میں کسی سنگین بدعنوانی یا سنگین بدسلوکی کے مرتکب پائے جائیں؟ (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۸)

ان کے شبہات کی ایک وجہ ان کی نظر ثانی شدہ پنشن کے تعین میں تاخیر بھی تھی جو پنشن کی تبدیل شدہ(Commuted) مالیت

کو نظر ثانی شدہ پنشن سے منہا کرنے کے بارے میں ڈائریکٹر کی غلط فہمی کے باعث پیدا ہوئی تھی (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۲، آخری پیراگراف)۔ یہ ایک ایسا معاملہ تھا جس سے بطور چیف ایگزیکٹو اور پہلے مجاز دستخط کنندہ یعنی پہلے درجے کے ڈرائنگ اینڈ ڈسبرسنگ آفیسر، ڈائریکٹر کو بخوبی واقف ہونا چاہیے تھا۔ ممکن ہے کہ طویل عرصے تک سرکاری یا خودمختار اداروں میں خدمات انجام نہ دینے کے باعث انہیں مرکزی سول سروس کے قواعد وضوابط کا مکمل وقفیت نہ ہو۔

''مجھے اس مسئلے کو حل کرنے میں ڈائریکٹر کی مدد کرنی چاہیے'' ڈاکٹر موہن نے سوچا اور معاملے کی تفصیلات طلب کر لی (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۹)۔

اعلان نامہ

''اوہ!'' ڈائریکٹر کی جانب سے بھیجے گئے منسلک دستاویز (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱۰) کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر موہن نے سوچا ''یہ تو پروفیسر ببیتا کی جانب سے جمع کرایا گیا آبائی شہر اور زیرِ کفالت افراد (Dependents) کا اعلامیہ ہے جو دونقول میں تیار کر کے مختلف اوقات میں دعووں کیے تصفیے کے لیے محکمہ حسابات کو بھیجا جاتا رہا تھا''۔

اس معاملے میں مطلوبہ جانچ پڑتال برتنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ یہ ذمہ داری فنانس ایڈوائزر و چیف اکاؤنٹس آفیسر کی تھی جو ڈائریکٹر کی منظوری کے بعد طبی اخراجات اور ایل ٹی سی کے دعووں کا تصفیہ کرتا تھا۔ ڈین (تعلیمی امور) کو کسی مرحلے پر بھی ان تفصیلات کی جانچ پڑتال کی ذمہ داری نہیں سونپی گئی تھی۔ حتیٰ کہ اگر کوئی کوتاہی موجود بھی ہوتی تو محکمہ حسابات مکمل معلومات نہ ہونے کی بنا پر دعوے کو مسترد یا واپس کر سکتا تھا۔ مزید یہ کہ مئی ۲۰۱۸ تک بھی ڈائریکٹر نے ہی ایک سرکلر جاری کیا تھا جس میں نئے سرے سے اعلامیہ جمع کرانے کی ہدایت دی گئی تھی (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱۱) نہ کہ ڈین (تعلیمی امور) نے۔ (اس سرکلر میں واضح کیا گیا تھا کہ زیرِ کفالت افراد کی حیثیت کا تعین سنٹرل سول سروسز (CCS) قواعد ۱۹۶۴ کے مطابق کیا جائے گا)۔

لہٰذا ڈاکٹر موہن نے ڈائریکٹر کو جواب دیا کہ یہ محض ایک اعلامیہ تھا کوئی دعویٰ نہیں (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱۲) اور اس کی جانچ پڑتال کی ذمہ داری محکمہ حسابات پر عائد ہوتی تھی۔ تاہم ڈائریکٹر ان کی اس وضاحت سے مطمئن نظر نہیں آیا۔

اعلامیے میں دو زیرِ کفالت افراد کا ذکر تھا ایک انہتر سالہ بیوہ والدہ اور دوسری گیارہ سالہ بھانجی جو پروفیسر ببیتا کے ساتھ رہتی تھی۔ پروفیسر ببیتا نے بتایا تھا کہ چونکہ اس کی بھانجی اپنے دونوں والدین سے محروم ہو چکی تھی اس لیے وہ بطور سرپرست (Ward) ان کے ساتھ رہ رہی تھی۔ چونکہ سی جی ایچ ایس (CGHS) کے قواعد کے مطابق سرپرستی یافتہ بچوں کو زیرِ کفالت شمار کیا جا سکتا تھا (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱۳) اس لیے ڈاکٹر موہن کے پاس اس کی حیثیت پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔ والدہ بھی ان کے ساتھ

رہتی تھی لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ وہ انکم ٹیکس ادا کرتی تھی۔ ڈاکٹر موہن کے کہنے پر پروفیسر ببیتا نے وضاحت کی کہ چونکہ ان کی والدہ ان کے ساتھ رہتی تھی اور دیکھ بھال کے لیے ان پر انحصار کرتی تھی اس لیے انہوں نے انہیں زیرِ کفالت ظاہر کر دیا تھا۔ انہیں اس بات کا علم نہیں تھا کہ زیرِ کفالت ہونے یا نہ ہونے کا معیار آمدنی کی حد سے متعین ہوتا ہے اور کسی نے بھی انہیں اس بارے میں آگاہ نہیں کیا تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ اپنی اس غلطی کے نتیجے میں ادارے کو ہونے والے مالی نقصان کی تلافی کرنے کے لیے تیار ہیں۔ تاہم ڈائریکٹر اس وضاحت سے بھی مطمئن دکھائی نہیں دیتا تھا۔

زیرِ کفالت ہونے کی حیثیت

واقعی ۲۰۱۰ میں استعمال ہونے والے اعلامیہ فارم میں (جو ادارے کے آغاز سے ہی رائج تھا) یہ کہیں درج نہیں تھا کہ زیرِ کفالت افراد کی تعریف سنٹرل سول سروسز (CCS) قواعد ۱۹۶۴ کے مطابق سمجھی جائے گی۔ نیز مہنگائی الاؤنس (DA) کی شرحوں یا تنخواہوں پر نظرِ ثانی کے نتیجے میں زیرِ کفالت افراد کی حیثیت میں ہونے والی تبدیلیوں سے متعلق حکومت کی کوئی اطلاع کبھی بھی ڈین (تعلیمی امور) کے دفتر کو موصول نہیں ہوئی تھی۔ ڈین (تعلیمی امور) کا دفتر محض یہ کرتا تھا کہ فیکلٹی اراکین کی تقرری کے وقت ان سے دو نقول میں اعلامیے وصول کرتا اور انہیں فنانس اینڈ وائز رو چیف اکاؤنٹس آفیسر کو ارسال کر دیتا تاکہ ضرورت کے مطابق ان سے استفادہ کیا جا سکے۔ اس لیے ڈین (تعلیمی امور) کے دفتر کو آمدنی کی بنیاد پر زیرِ کفالت ہونے کی اہلیت کی جانچ نہ کرنے کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا تھا کیونکہ اس حوالے سے نہ اسے کوئی ہدایت دی گئی تھی اور نہ کوئی معلومات فراہم کی گئی تھیں۔

اس کے علاوہ ڈین (تعلیمی امور) کی بنیادی ذمہ داری تدریسی اور علمی امور تھی اس لیے یہ فرض نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ سروس سے متعلق انتظامی قواعد وضوابط سے اس درجے کی واقفیت رکھتا ہوگا جیسے فنانس اینڈ وائز رو چیف اکاؤنٹس آفیسر یا ڈائریکٹر جن کی بنیادی ذمہ داری ہی انتظامی معاملات کی نگرانی تھی۔

اس معاملے کا ایک اور دلچسپ پہلو بھی تھا۔ سنٹرل سول سروسز (CCS) قواعد ۱۹۶۴ کے مطابق زیرِ کفالت ہونے کی حیثیت کا تعین تمام ذرائع سے حاصل ہونے والی مجموعی آمدنی کی بنیاد پر کیا جاتا تھا۔ بیوہ خواتین اور بزرگ شہریوں کے معاملے میں یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہو جاتا تھا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص اپنی رقم بچت کھاتے میں رکھتا تو کم منافع کی وجہ سے وہ زیرِ کفالت قرار پانے کی آمدنی کی حد کے اندر رہ سکتا تھا۔ لیکن اگر وہی رقم زیادہ شرحِ منافع والے فکسڈ ڈپازٹ میں رکھی جاتی تو حاصل ہونے والی اضافی آمدنی اسے زیرِ کفالت افراد کے زمرے سے خارج کر سکتی تھی۔ حتیٰ کہ صرف مہنگائی الاؤنس (DA) میں اضافے کی وجہ سے بھی کسی شخص کی حیثیت تبدیل ہو سکتی تھی۔

اس طرح ممکن تھا کہ ایک شخص ایک سال زیرِ کفالت شمار ہو اور اگلے سال نہ ہو جبکہ ادارے میں اس کی حیثیت کا تعین صرف تقرری کے وقت حاصل کردہ اعلامیے کی بنیاد پر کیا جاتا تھا۔ مزید یہ کہ تنخواہوں پر نظرِ ثانی کے بعد آمدنی کی مقررہ حد بھی تبدیل ہو جاتی تھی۔ چنانچہ جو شخص اکتوبر ۲۰۱۷ تک زیرِ کفالت شمار نہ ہوتا ہو، وہ ساتویں مرکزی تنخواہ کمیشن کے نفاذ کے بعد نومبر ۲۰۱۷ میں مقررہ حد بڑھ جانے کے باعث زیرِ کفالت قرار پا سکتا تھا۔ لیکن چونکہ اعلامیہ صرف تقرری کے وقت لیا جاتا تھا اس لیے حیثیت میں ہونے والی ان تبدیلیوں کو ریکارڈ کرنے کا کوئی مؤثر نظام موجود نہیں تھا۔

ڈاکٹر موہن کو اس حقیقت کا ادراک اس وقت ہوا جب انہوں نے انٹرنیٹ پر تلاش کے دوران ایک سرکاری کارپوریشن کا فارم دیکھا جس میں واضح طور پر درج تھا کہ اس نوعیت کا اعلامیہ ہر سال حاصل کیا جانا چاہیے۔ انہوں نے وہ فارم ڈائریکٹر کو بھیج دیا (ملاحظہ ہو ضمیمہ ۱۴)۔

انہوں نے سوچا ''اگر یہ اعلامیے ہر سال حاصل کیے جاتے تو شاید اس صورتِ حال سے بچا جا سکتا تھا۔ افسوس! اگر بورڈ واقعی طویل المدتی منصوبے اور اس کے مؤثر نفاذ کے بارے میں سنجیدہ ہوتا جیسا کہ پروفیسر موہن مسلسل تجویز دیتے رہے تھے تو شاید آج ادارہ ایسی صفائی اور اصلاحی کارروائیوں میں وقت صرف کرنے کے بجائے کہیں زیادہ بلند مقام پر فائز ہوتا''۔ تاہم انہوں نے فیصلہ کیا کہ جب تک یہ معاملہ حل نہیں ہو جاتا وہ اس سلسلے میں کوئی مزید تجاویز پیش نہیں کریں گے۔

سوالات

سوال ۱۔ اس مسئلے کو کس طرح حل کیا جا سکتا ہے؟

سوال ۲۔ کیا اس سلسلے میں کسی اور کارروائی کی بھی ضرورت ہے؟

ضمیمہ ۱

ڈائریکٹر، آئی ایم ایکس

محترم ڈاکٹر موہن،

۲۳ جولائی ۲۰۱۸

ایک اور معاملے میں معمولی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے۔

۲۳ جولائی ۲۰۱۸ آپ نے پروفیسر ببیتا جھنجھوالا کے اس دعوے کو قبول کیا تھا کہ ان کی بھانجی اور ان کی انکم ٹیکس ادا کرنے والی والدہ فوائد کے حصول کے مقصد کے لیے ان کے زیرِ کفالت افراد ہیں۔
کیا آپ نے اس ضمن میں مطلوبہ جانچ پڑتال کی تھی؟ ممکن ہے کہ انہیں فوائد کے حصول میں دھوکہ دہی کے جرم میں قصوروار قرار دیا جائے۔ اس معاملے میں آپ بھی سنجیدہ نوعیت کے الزامات کی زد میں آ سکتے ہیں۔

ضمیمہ ۵

محترم ڈاکٹر ونود،

۲۴ جولائی ۲۰۱۸

اب وقت آ گیا ہے کہ پروگرام/ سربراہی، ڈین شپ اور دیگر تعلیمی انتظامی ذمہ داریوں کے لیے باقاعدہ تربیت کا آغاز کیا جائے جس کی سفارش میں نوّے کی دہائی کے اوائل سے بورڈ کے سامنے کرتا رہا ہوں۔ ممکن ہے بہت سی کوتاہیاں محض لاعلمی کی وجہ سے ہو رہی ہوں جو متعلقہ عہدیداروں اور ڈائریکٹر دونوں کو مشکلات اور ذمہ داریوں سے دوچار کر سکتی ہیں۔
اعلیٰ انتظامی گریڈ (HAG) کا معاملہ بھی ایسی ہی ایک مثال ہے جس سے میں مسلسل بورڈ اور وزارتِ تعلیم (MHRD) کے سامنے اٹھاتا رہا ہوں۔
موجودہ تمام پروگرام سربراہان، ڈین صاحبان اور دیگر عہدیداروں کے لیے نیک تمنائیں۔

موہن

ڈائریکٹر، آئی ایم ایکس

۲۴ جولائی ۲۰۱۸

میں واقعی کبھی یہ نہیں سمجھ سکا کہ آپ کو اعلیٰ انتظامی گریڈ (HAG) کیوں نہیں دیا گیا!

ونود

یہ ایک عظیم اور پوری زندگی پر محیط تجربہ رہا ہے۔اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے کتاب Tales of Grandfather کی چھٹی کہانی ملاحظہ کیجیے۔

موہن

ضمیمہ۹

محترم ڈاکٹر ونود،

۲۵ جولائی ۲۰۱۸

یہ واقعہ کب پیش آیا تھا؟ کیا آپ دعوے کی اسکین شدہ نقل مجھے ای میل پر بھیج سکتے ہیں تا کہ میں حقائق کو دوبارہ یاد کر سکوں؟

موہن

ڈائریکٹر، آئی ایم ایکس

اہم (!Ahem) نقل منسلک ہے۔

ونود

ضمیمہ۱۱

محترم پروفیسر ونود،

۲۷ جولائی ۲۰۱۸

مجھے مئی ۲۰۱۸ میں آپ کی جانب سے جاری کیا گیا درج ذیل سرکلر ملا ہے۔

از: ڈائریکٹر، آئی ایم ایکس

مورخہ: ۱۵ مئی ۲۰۱۸، صبح ۹:۳۳ بجے

موضوع: RuleSwamy's

ٹو: فیکلٹی، آفسرز، اسٹاف

سی سی "Prof.SDM"sdmisra@imx.ac.in

آئی ایم ایکس برادری کے تمام اراکین سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ اپنے متعین کردہ آبائی مقام اور طبی سہولتوں/ایل ٹی سی کے مقاصد کے لیے زیرِ کفالت افراد کی فہرست پر دوبارہ نظر ڈالیں اور سنٹرل سول سروسز (CCS) قواعد ۱۹۶۴ کی متعلقہ دفعات (منسلک) کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی تصدیق کریں۔
اگر کوئی تصحیح یا ترمیم درکار ہو تو وہ ۱۸ مئی ۲۰۱۸ تک مقررہ فارم (منسلک) پر ڈین فیکلٹی کے دفتر میں جمع کرا دی جائے۔
براہِ کرم یاد رکھیں کہ غلط اعلامیہ جمع کرانا مالی بے ضابطگی کے زمرے میں آتا ہے اور اس پر سنگین سزائیں عائد ہو سکتی ہیں۔

ڈائریکٹر، آئی ایم ایکس

۲۷ جولائی ۲۰۱۸

اگرچہ یہ ایک عمدہ اقدام ہے جو نظام کو منظّم بنانے کے لیے کسی سابق ڈائریکٹر نے نہیں اٹھایا تھا تاہم ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب بھی بعض خامیاں موجود ہیں یا مزید بہتری کی گنجائش ہے تاکہ غلط اعلانات کے واقعات دوبارہ پیش نہ آئیں۔ آپ اس شعبے کے ماہرین سے مشورہ کر سکتے ہیں تاکہ ضروری تبدیلیوں کو نظام میں شامل کیا جا سکے۔

موہن

ڈائریکٹر آئی ایم ایکس

جی ہاں، لیکن اس کے باوجود بہت کم افراد نے اپنے زیرِ کفالت افراد کی فہرست پر نظرِ ثانی کی ہے !

ونود

ضمیمہ ۱۲

سر، ۲۸ جولائی ۲۰۱۸ یہ ایل ٹی سی یا طبی اخراجات کی واپسی کا دعویٰ نہیں بلکہ ایک اعلامیہ تھا۔ دعوے کی جانچ پڑتال اور تصدیق کی ذمہ داری ڈی ڈی اُو کی ہوتی ہے جو ایف سی سی ای اُو یا ڈائریکٹر ہوتا ہے۔

موہن

ڈائریکٹر، آئی ایم ایکس

۲۹ جولائی ۲۰۱۸

معذرت، آپ محض ایک تکنیکی نکتے کی بنیاد پر اس معاملے سے الگ نہیں ہو سکتے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں اس کی بھانجی ہے، تو آپ کو اس بارے میں سوال کرنا چاہیے۔

ضمیمہ ۱۴

محترم پروفیسر ونود،

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نوعیت کا اعلامیہ ہر سال لیا جانا چاہیے۔ میں فوڈ کارپوریشن آف انڈیا (FCI) کے ایک سرکلر کی نقل منسلک کر رہا ہوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس کا جائزہ لیا جا سکتا ہے کیونکہ اگر نظام میں کسی اصلاح کی ضرورت ہو تو یہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

براہِ کرم نوٹ فرمائیں کہ یہ صرف مستقبل کے لیے ایک تجویز ہے۔

موہن

ایلن گرین اسپین کا ایک پرانا قول:

''قواعد کبھی بھی کردار کا متبادل نہیں بن سکتے''۔ونود

بہت خوب فرمایا ڈاکٹر۔

میری تحقیق اور تحریریں بھی نوّے کی دہائی کے اوائل سے ہمارے ملک میں اسی نکتے کو ایک بنیادی مسئلہ قرار دیتی رہی ہیں۔

فی الحال میں مزید تجاویز پیش نہیں کروں گا کہیں ایسا نہ ہو کہ میری بات کو غلط سمجھ لیا جائے۔

البتہ میں نے اپنی گزشتہ ای میل میں دسمبر تک کے قیام کا شیڈول اور رابطہ نمبرز معلومات کی غرض سے ارسال کر دیے ہیں۔

موہن

محترم پروفیسر موہن،

نہیں،نہیں... آپ کو میری بات سمجھنی چاہیے۔ براہِ کرم اپنی تجاویز ضرور جاری رکھیے۔ وہ ہمارے لیے نہایت اہم ہیں۔

میرا مشاہدہ ہے کہ سابق ڈائریکٹر کے دس سالہ دور میں بھرتی کیے گئے بہت سے افراد آئی ایم ایکس کے نظام میں جگہ پانے کے مستحق نہیں تھے۔ میں ادارہ سازی کے بجائے مراعات حاصل کرنے کی ذہنیت اور رویّوں میں نمایاں تنزّل محسوس کرتا ہوں۔

ہمیں ایسے نظام تشکیل دینے ہوں گے جن میں دوسری قسم کی غلطیاں خود بخود مسترد ہو جائیں۔ پائیداری کو یقینی بنانے کا یہی واحد راستہ ہے۔

ونود

سر،

میں فی الحال صرف "رائے صاحب" کا لبادہ اتار رہا ہوں جو بلا طلب مشورے دیا کرتے ہیں کم از کم اس وقت تک جب تک

موجودہ معاملہ طے نہیں ہوجاتا۔

موہن

(نفرتوں کے تیر کھا کر، دوستوں کے شہر میں، ہم نے کس کس کو پکارا، یہ کہانی پھر کبھی)

ڈائریکٹر، آئی ایم ایکس

محترم سر،

۲۲ اگست ۲۰۱۸

آپ کی ذیل میں درج ای میل موصول ہونے کے بعد ایک لمحے کے لیے میں یہ سوچ کر الجھن میں پڑ گیا کہ نظر ثانی کے بعد خالص پنشن کیسے کم ہوسکتی ہے۔

چونکہ میں اس معاملے کو سمجھنے میں کچھ سست ثابت ہوا اس لیے مجھے اس کے پسِ پردہ منطق کو سمجھنے میں کچھ وقت لگا۔ بعد میں یہ بات واضح ہوئی کہ حکومت اس کی اجازت کیوں نہیں دیتی اور میرے حسابات درست ہیں۔

میں نے منسلک شیٹ میں اس کی ایک وضاحتی مثال دی ہے ساتھ ہی محکمہ عملہ و تربیت (DoPT) کے پنشن پورٹل کا حوالہ بھی شامل کیا ہے تاکہ نظر ثانی شدہ پنشن کا تعین اور بقایاجات کی ادائیگی جلد از جلد ممکن ہوسکے۔

امید ہے کہ اب بقایاجات کی ادائیگی کے سلسلے میں فوری کارروائی عمل میں آئے گی۔

خیر اندیش،

موہن

نقل برائے: جناب دھر، جناب باسو

سر

۲۲ اگست ۲۰۱۸

ہم نے اس معاملے پر وزارتِ تعلیم (MHRD) اور کمپٹرولر اینڈ آڈیٹر جنرل (CAG) کو وضاحت کے لیے لکھ دیا ہے۔

میں نے ذاتی طور پر بھی ان سے گفتگو کی ہے۔ہمیں امید ہے کہ جواب بہت جلد موصول ہو جائے گا۔

باسو

نقل برائے: ڈائریکٹر

محترم باسو،

23 ۲۳اگست ۲۰۱۸

کیا آپ کو علم ہے کہ جج صاحبان اور سی اے جی کے آڈیٹر سرکاری طور پر پیشگی وضاحت نہیں دے سکتے کیونکہ اسے مشاورتی خدمت(Consultancy) تصور کیا جا سکتا ہے؟

موہن

سر،

۲۴اگست ۲۰۱۸

میں نے وزارتِ تعلیم (MHRD) کو بھی لکھ دیا ہے۔متعلقہ سیکشن آفیسر نے کہا ہے کہ وہ وضاحت ارسال کر دیں گے۔

باسو

پے بینڈPB-2 میں

**پے بینڈPB-4 میں

ڈائریکٹر:+HAG پے اسکیل میں

مقدمے کے فیصلے اور بعد کی کارروائی کے لیے قابلِ غور نکات

۱. غلطی اور دھوکہ دہی میں فرق۔

۲. غلط اور جھوٹے / جعلی بیان میں فرق۔

۳. قواعد کی عدم وضاحت اور فرد کی لاعلمی کے باعث ہونے والی غلطی میں فرق۔

۴. اس شخص کی ذمہ داری میں فرق جو نظام، پالیسی اور طریقہ کار بناتا اور دوسروں تک پہنچاتا ہے اور اس شخص کی جو وضاحت نہ ہونے کے باعث اس کا غلط استعمال کرتا ہے۔

۵. ان صورتوں میں فرق جب نظام، پالیسی، طریقہ کار اور فارم وقتاً فوقتاً درست، نظرثانی یا اپ ڈیٹ نہ کیے جائیں یا اس کی ذمہ داری کسی کو سونپی ہی نہ گئی ہو۔

۶. اس فرق کو بھی مدنظر رکھا جائے کہ مذکورہ کوتاہیاں محض غفلت سے ہوئی یا نشاندہی کے باوجود ان پر عمل نہ کیا گیا۔

۷. اس شخص کے کردار میں فرق جو اعلامیہ وصول کرتا ہے اور اس شخص کے کردار میں جو دعووں کی جانچ پڑتال اور تصدیق کرتا ہے۔